

مکتوب (۹)

معاویہ کے نام

ہماری قوم ط (قریش) نے ہمارے نبی ﷺ کو قتل کرنے اور ہماری جڑ اکھاڑ پھینکنے کا ارادہ کیا، اور ہمارے لئے غم و اندوہ کے سر و سامان کئے، اور برے سے برے برتاؤ ہمارے ساتھ روار کھے، ہمیں آرام و راحت سے روک دیا، اور مستقل طور پر خوف و دہشت سے دوچار کر دیا، اور ایک سنگلاخ و ناہموار پہاڑ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا اور ہمارے لئے جنگ کی آگ بھڑکا دی۔ مگر اللہ نے ہماری ہمت باندھی کہ ہم پیغمبر ﷺ کے دین کی حفاظت کریں اور ان کے دامن حرمت پر آنچ نہ آنے دیں۔

ہمارے مومن ان سختیوں کی وجہ سے ثواب کے امیدوار تھے اور ہمارے کافر قرابت کی بنا پر رحمت ضروری سمجھتے تھے اور قریش میں سے جو لوگ ایمان لائے تھے وہ ہم پر آنے والی مصیبتوں سے کوسوں دور تھے۔ اس عہد و پیمان کی وجہ سے کہ جو ان کی حفاظت کرتا تھا، یا اس قبیلے کی وجہ سے کہ ان کی حفاظت کو اٹھ کھڑا ہوتا تھا۔ لہذا وہ قتل سے محفوظ تھے۔

اور رسالت مآب ﷺ کا یہ طریقہ تھا کہ جب جنگ کے شعلے بھڑکتے تھے اور لوگوں کے قدم پیچھے ہٹنے لگتے تھے تو پیغمبر ﷺ اپنے اہل بیت علیہم السلام کو آگے بڑھا دیتے تھے اور یوں انہیں سیدہ سپر بنا کر اصحاب کو نیزہ و شمشیر کی مار سے بچالے جاتے تھے۔ چنانچہ عبیدہ ابن حارث بدر میں، حمزہ احد میں اور جعفر جنگ موت میں شہید ہو گئے۔ ایک اور شخص نے بھی کہ اگر میں چاہوں تو اس کا نام لے سکتا ہوں، انہی لوگوں کی طرح شہید ہونا چاہا، لیکن ان کی عمریں جلد پوری ہو گئیں اور اس کی موت پیچھے جا پڑی۔

(۹) وَمِنْ كِتَابِ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

إِلَى مُعَاوِيَةَ

فَأَرَادَ قَوْمُنَا قَتْلَ نَبِيِّنَا وَاجْتِيَاخَ أَصْلِنَا، وَهَمُّوا بِنَا الْهُمُومَ، وَفَعَلُوا بِنَا الْأَفَاعِيلَ، وَ مَنَعُونَا الْعَذَبَ، وَ أَحْلَسُونَا الْخَوْفَ، وَ اضْطَرُّونَا إِلَى جَبَلٍ وَعَدْرٍ، وَ أَوْقَدُوا لَنَا نَارَ الْحَرْبِ، فَعَزَمَ اللَّهُ لَنَا عَلَى الدَّبِّ عَنْ حَوْزَتِهِ، وَ الرَّمِيِّ مِنْ وَرَاءِ حُرْمَتِهِ.

مُؤْمِنُنَا يَبْغِي بِذَلِكَ الْأَجْرَ، وَ كَافِرُنَا يُحَامِي عَنِ الْأَصْلِ، وَ مَنْ أَسْلَمَ مِنْ قُرَيْشٍ خَلَوْ مِمَّا نَحْنُ فِيهِ بِحِلْفٍ يَمْنَعُهُ، أَوْ عَشِيرَةٍ تَقَوْمُ دُونَهُ، فَهُوَ مِنَ الْقَتْلِ بِسَكَنِ أَمْنٍ.

وَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا احْمَرَ النَّبَأُ وَ أَحْجَمَ النَّاسَ قَدَّمَ أَهْلَ بَيْتِهِ، فَوَقَى بِهِمْ أَصْحَابَهُ حَرَ السُّيُوفِ وَ الْأَسِنَّةِ، فَقَتَلَ عَبِيدَةَ بْنَ الْحَارِثِ يَوْمَ بَدْرٍ، وَ قَتَلَ حَنْزَلَةَ يَوْمَ أُحُدٍ، وَ قَتَلَ جَعْفَرَ يَوْمَ مُوتَةَ، وَ أَرَادَ مَنْ لَوْ شِئْتُ ذَكَرْتُ اسْمَهُ مِثْلَ الَّذِي أَرَادُوا مِنَ الشَّهَادَةِ، وَ لَكِنَّ أَجَالَهُمْ عَجَلَتْ وَ مَنِيَّتُهُ أُجَلَّتْ.

اس زمانہ (کج رفتار) پر حیرت ہوتی ہے کہ میرے ساتھ ایسوں کا نام لیا جاتا ہے جنہوں نے میدانِ سعی میں میری سی تیز گامی کبھی نہیں دکھائی اور نہ ان کیلئے میرے ایسے دیرینہ اسلامی خدمات ہیں۔ ایسی خدمات کہ جن کے مانند کوئی مثال پیش نہیں کر سکتا، مگر یہ کہ کوئی مدعی ایسی چیز کا دعویٰ کر بیٹھے کہ جسے میں نہیں جانتا ہوں، اور میں نہیں سمجھتا کہ اللہ اسے جانتا ہوگا (یعنی کچھ ہو تو وہ جانے)۔ بہر حال اللہ کا شکر ہے۔

اے معاویہ! تمہارا یہ مطالبہ جو ہے کہ میں عثمان کے قاتلوں کو تمہارے حوالے کر دوں تو میں نے اس کے ہر پہلو پر غور و فکر کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ انہیں تمہارے یا تمہارے علاوہ کسی اور کے حوالے کرنا میرے اختیار سے باہر ہے۔ اور میری جان کی قسم! اگر تم اپنی گمراہی اور انتشار پسندی سے باز نہ آئے تو بہت جلد ہی انہیں پہچان لو گے اور وہ خود تمہیں ڈھونڈتے ہوئے آئیں گے اور تمہیں جنگلوں، دریاؤں، پہاڑوں اور میدانوں میں ان کے ڈھونڈنے کی زحمت نہ دیں گے۔ مگر یہ ایک ایسا مطلوب ہوگا جس کا حصول تمہارے لئے ناگواری کا باعث ہوگا اور وہ آنے والے ایسے ہوں گے جن کی ملاقات تمہیں خوش نہ کر سکے گی۔ سلام اس پر جو سلام کے لائق ہو۔

--☆☆--

فَيَا عَجَبًا لِلدَّهْرِ! إِذْ صِرْتُ يُقْرَنُ
بِي مَنْ لَمْ يَسْعَ بِقَدَمِي، وَ لَمْ تَكُنْ لَهُ
كَسَابِقَتِي الَّتِي لَا يُدْبِي أَحَدٌ بِسِثْلِهَا،
إِلَّا أَنْ يَدْعَى مُدْعٍ مَّا لَا أَعْرِفُهُ،
وَ لَا أَظُنُّ اللَّهَ يَعْرِفُهُ، وَ الْحَمْدُ لِلَّهِ
عَلَى كُلِّ حَالٍ.

وَ أَمَّا مَا سَأَلْتِ مِنْ دَفْعِ قَتَلَةِ عُثْمَانَ
إِلَيْكَ، فَإِنِّي نَظَرْتُ فِي هَذَا الْأَمْرِ،
فَلَمْ أَرَهُ يَسْعُنِي دَفْعُهُمْ إِلَيْكَ
وَ لَا إِلَى غَيْرِكَ، وَ لَعَبْرِي لَئِن
لَمْ تَنْزِعْ عَنِّي وَ غَيْرِكَ وَ شِقَاقِكَ
لَتَعْرِفَنَّهُمْ عَن قَلِيلٍ يَطْلُبُونَكَ،
وَ لَا يُكَلِّفُونَكَ طَلَبَهُمْ فِي بَرٍّ وَ لَا بَحْرٍ،
وَ لَا جَبَلٍ وَ لَا سَهْلٍ، إِلَّا أَنَّهُ طَلَبُ
يَسُوءِكَ وَ جِدَانُهُ، وَ زُورٌ لَا يَسُرُّكَ
لُقْيَانُهُ، وَ السَّلَامُ لِأَهْلِهِ.

-----☆☆-----

ط جب رسول اللہ ﷺ دعوت تو حید دینے پر مامور ہوئے تو کفر و عصیان کی طاقتیں اعلانِ حق کی راہ روکنے کیلئے اٹھ کھڑی ہوئیں اور قبائل قریش جبر و تشدد سے اس آواز کو دبانے کے درپے ہو گئے۔ ان منکرین کے دلوں میں اپنے خود ساختہ معبودوں کی محبت اس قدر راسخ ہو چکی تھی کہ وہ ان کے خلاف ایک لفظ بھی سننے کیلئے تیار نہ تھے۔ ان کے سامنے ایک خدا کا نظریہ پیش کرنا ہی ان کے جذبات کو مشتعل کرنے کیلئے کافی تھا، چہ جائیکہ انہوں نے اپنے بتوں کے متعلق ایسے کلمات سنے جو انہیں ایک سنگ بے شعور سے زیادہ اہمیت نہ دیتے تھے۔ جب اس طرح انہیں اپنے اصول و عقائدِ خطرہ میں نظر آئے تو وہ پیغمبر ﷺ کی اذیت پر کمر بستہ ہو گئے اور اپنے ترکش کے ہر تیر کو آزمانے کیلئے میدان میں اتر آئے اور اس طرح ایزد رسانی کے وسائل کام میں لائے کہ آپ ﷺ کو گھر سے قدم باہر نکالنا مشکل ہو گیا۔ اس دور میں جو گنتی کے چند افراد ایمان لائے تھے انہیں بھی مسلسل و پیہم آزمائشوں سے دو چار ہونا پڑا۔ چنانچہ ان پر ستار ان تو حید کو جلتی ہوئی دھوپ میں زمین پر لٹا دیا جاتا اور پتھروں اور

کوڑوں سے اتنا مارا جاتا کہ ان کے بدن لہولہاں ہو جاتے۔ جب قریش کے مظالم اس حد تک بڑھ گئے تو پیغمبر ﷺ نے بعثت کے پانچویں سال انہیں مکہ چھوڑ کر حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت دی۔ قریش نے یہاں بھی ان کا پیچھا کیا مگر حبشہ کے فرمانروا نے انہیں ان کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا اور اپنی عدل گتزی و انصاف پروری سے ان پر کوئی آج نہ آنے دی۔

ادھر پیغمبر ﷺ کی تبلیغ برابر جاری تھی اور حق کی کشش و تاثیر اپنا کام کر رہی تھی اور لوگ اسلام کی تعلیم اور آپ کی شخصیت سے متاثر ہو کر آپ کے دامن سے وابستہ ہوتے جا رہے تھے، جس سے قریش انکاروں پر لوٹتے، اندر ہی اندر پیچ و تاب کھاتے اور اس بڑھتی ہوئی تاثیر و نفوذ کو روکنے کی کوشش کرتے۔ مگر جب ان کیلئے کچھ نہ ہو سکا تو یہ طے کیا کہ بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب سے تمام تعلقات قلع کر لئے جائیں۔ نہ ان سے میل جول رکھا جائے اور نہ ان سے لین دین کیا جائے، تاکہ وہ تنگ آکر پیغمبر ﷺ کی حمایت سے دستبردار ہو جائیں اور پھر وہ عیسایاں ان کے ساتھ برتاؤ کریں۔ چنانچہ ان میں باہمی معاہدہ ہوا اور اس سلسلہ میں ایک دستاویز لکھ کر محفوظ کر دی گئی۔

اس معاہدہ کے بعد اگرچہ زمین وہی تھی اور زمین پر بسنے والے بھی وہی تھے، مگر بنی ہاشم کیلئے در و دیوار سے اجنبیت برسنے لگی۔ جانی بیچانی ہوئی صورتیں یوں نظر آنے لگیں جیسے کبھی شارسائی تھی ہی نہیں۔ سب نے رخ موڑ لئے اور میل ملاقات اور راہ و رسم بند کر دی۔ ان حالات میں یہ بھی اندیشہ تھا کہ کہیں پیغمبر ﷺ پر اچانک حملہ نہ ہو جائے، اس لئے شہر سے باہر پہاڑ کی ایک تنگ گھاٹی میں کہ جسے ”شعب ابوطالب“ کہا جاتا ہے پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ اس موقع پر بنی ہاشم میں سے جو ابھی تک ایمان نہ لائے تھے وہ خاندانی اتحاد کی بنا پر آپ کے دکھ درد میں شریک ہوتے اور آڑے وقت پر سینہ سپر ہو کر کھڑے ہو جاتے اور جو ایمان لائے تھے، جیسے حضرت حمزہ و حضرت ابوطالب، وہ اپنا فریضہ ایمانی سمجھ کر آپ کی حفاظت میں سرگرم عمل رہتے۔ خصوصاً حضرت ابوطالب نے اپنا سکون و آرام سب چھوڑ رکھا تھا۔ ان کے دن پیغمبر ﷺ کو تسکین دینے اور راتیں پہرا دینے اور پیغمبر ﷺ کی خواہگاہ بدلوانے میں گزرتی تھیں۔ اس طرح کہ جس بستر پر ایک رات پیغمبر ﷺ آرام فرماتے دوسری رات اس بستر پر علیؑ کو سلا دیتے کہ اگر کوئی حملہ کرے تو آنحضرت ﷺ کے بجائے علیؑ کا کام میں آجائیں۔

یہ دور بنی ہاشم کیلئے انتہائی مصائب و آلام کا دور تھا۔ حالت یہ تھی کہ ضروریات زندگی ناپیدا اور معیشت کے تمام دروازے بند ہو چکے تھے۔ درختوں کے پتوں سے پیٹ بھر لئے تو بھر لئے، ورنہ فاقوں میں پڑے رہے۔ جب اس طرح تین برس قید و بند کی سختیاں جھیلنے گزر گئے تو زبیر بن ابی امیہ، ہشام بن عمرو، مطعم بن عدی، ابوالحتری اور معا بن اسود نے چاہا کہ اس معاہدہ کو توڑ دیں۔ چنانچہ اکابر قریش خانہ کعبہ میں مشورہ کیلئے جمع ہوئے۔ ابھی کچھ طے نہ کرنے پائے تھے کہ حضرت ابوطالب بھی شعب سے نکل کر ان کے مجمع میں پہنچ گئے اور ان سے کہا کہ میرے بھتیجے محمد بن عبد اللہ ﷺ نے مجھے بتایا ہے کہ جس کاغذ پر تم نے معاہدہ تحریر کیا تھا اسے دیمک نے چاٹ لیا ہے اور اب اس پر ”اللہ“ کے نام کے علاوہ کچھ نہیں رہا، لہذا تم اس دستاویز کو منگوا کر دیکھو۔ اگر انہوں نے سچ کہا ہے تو تمہیں ان کی دشمنی سے دستبردار ہونا چاہیے اور اگر غلط کہا ہے تو میں انہیں تمہارے حوالے کرنے کو تیار ہوں۔ چنانچہ اس دستاویز کو منگوا کر دیکھا گیا تو واقعی «بِاسْمِكَ اللَّهُمَّ» کے علاوہ کہ جو

دور جاہلیت میں سرنامہ کے طور پر لکھا جاتا تھا تمام تحریر دیمک کی نذر ہو چکی تھی۔

یہ دیکھ کر مطعم ابن عدی نے اس تحریر کو پارہ پارہ کر دیا اور وہ معاہدہ توڑ دیا گیا اور خدا خدا کر کے بنی ہاشم کو اس مظلومیت و بے کسی کی زندگی سے نجات ملی، لیکن اس کے بعد بھی پیغمبر ﷺ کے ساتھ مشرکین کے رویہ میں سر مو فرق نہ آیا، بلکہ وہ بغض و عناد میں اس طرح کھو گئے کہ ان کی جان لینے کی تدبیریں کرنے لگے، جس کے نتیجہ میں ہجرت مدینہ کا واقعہ ظہور میں آیا۔ اس موقع پر اگرچہ حضرت ابوطالبؓ زندہ نہ تھے، مگر علی ابن ابی طالبؓ نے پیغمبر ﷺ کے بستر پر لیٹ کر ان کی یاد دلوں میں تازہ کر دی، کیونکہ یہ انہی کا دیا ہوا درس تھا کہ جس سے پیغمبر ﷺ کی حفاظت کا سر و سامان کیا جاتا تھا۔

یہ واقعات اگرچہ معاویہ سے مخفی نہ تھے، مگر چونکہ اس کے سامنے اس کے اسلاف کے کارناموں کو رکھ کر اس کی معاندانہ روح کو جھنجھوڑنا مقصود تھا، اس لئے قریش و بنی عبد شمس کی ان ایذا رسانیوں کی طرف اسے توجہ دلائی ہے کہ وہ عہد نبویؐ کے پرستارانِ حق اور پرستارانِ باطل کی روش کو دیکھتے ہوئے یہ غور کرے کہ وہ حق کی راہ پر چل رہا ہے یا اپنے اسلاف کے نقش قدم پر گامزن ہے۔

☆☆☆☆☆

